

—



سبز عمامہ



کذاب جلّی



www.311.org
 311: Your City's Best Friend



المجلس الأعلى للدراسات والبحوث

سبز عمامہ شریف کی برکتوں سے کذاب جل اٹھے الاستفتاء

عرض حال یہ ہے کہ (مشکوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۷۷ باب العلامات بین یدی الساعۃ و ذکر الدجال فصل ثانی) میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ کا ترجمہ اور اس پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے کلمہ ”السیحان“ بمعنی الطیلسان الاخضر کے کلمات سے پنا مزعومہ مطلب نکالتے ہوئے سبز رنگ کی ٹوپی یا عمامہ پہننے والے کو خاتم بدہن گروہ دجال سے شمار کر کے عامۃ المسلمین کو دھوکا دیتے ہوئے عمامہ شریف کی پیاری سنت کو ترک کرنے پر براہیغختہ کرتے ہیں۔ جناب والا گزارش ہے کہ قرآن و سنت کی روشنی میں اور تفسیر و لغت کی رو سے وضاحت فرمائی جائے کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے کون لوگ مراد ہیں؟ اور سبز رنگ کے لباس یا عمامہ شریف برنگ سبز کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور عمامہ شریف کے حوالے سے جو فضائل کتب اسلاف میں مذکور ہیں ان سے آگاہی فرمائی جائے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

اجمالی جواب

- ☆ ”جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ“ حدیث کی نسبت غلط طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا، اپنا ٹھکانا جہنم میں بنانا ہے۔
- ☆ ”دجال کی پیروی کرنے والے سبز عمامہ والے ہوں گے“ حدیث مبارکہ کا یہ معنی کر کے، جان بوجھ کر جھوٹ بولا گیا ہے یا اپنی جہالت و حماقت کا اظہار کیا گیا ہے۔
- ☆ جس لباس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا اور اس میں حرمت اور کراہت کی کوئی وجہ نہیں پائی گئی اسے حرام کہنا جرم عظیم ہے۔
- ☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید لباس کے بعد سبز رنگ کا لباس پسند تھا۔

تفصیلی جواب

رب تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو۔

”وفی الآیۃ..... ما لایخفی من مدع الصدق واستدل بها قال الجلال السيوطی من لم یبح الکذب فی موضع من المواضع لاتصریحا والاعتراضا“۔ (روح المعانی)

آیت کریمہ سے واضح ہو گیا کہ سچ قابل مدح چیز ہے کیونکہ اس آیت میں سچ کی مدح بیان کی گئی ہے جو مخفی نہیں۔ اسی سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جھوٹ کسی حال میں بھی جائز نہیں خواہ ظاہر طور پر ہو یا اشارہ سے ہو مظہری نے ”لاجسد ولاهزلا“ تحریر فرمایا ہے کہ جھوٹ ارادہ سے بھی منع ہے اور مزاح سے بھی۔

”والظاهر عموم الخطاب ویندرج فیہ التائبون اندراجا“ (روح المعانی)

ظاہر یہی ہے کہ یہ خطاب عام ہے کہ تم ہر سچے شخص کے ساتھ ہو۔

البتہ جن تین صحابہ کرام کے سچ کا ذکر ہو رہا ہے۔ ان کے ساتھ ہونا مقصودی اور اول حیثیت میں ہے اس کے بعد حکم عام ہے ہر سچ بولنے والے کے ساتھ ہو جانے کا حکم ہے۔ جھوٹوں سے بچ کر رہنا ضروری ہے۔

”الآیۃ دالۃ علی فضل الصدق و کمال درجۃ کما روی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال علیکم بالصدق فانہ یقرب الی البر والبر یقرب الی الجنۃ وان العبد لیصدق فیکتب عند اللہ صدیقاً وایاکم والکذب فان الکذب یقرب الی الفجور والفجور یقرب الی النار وان الرجل لیکذب حتی یکتب عند اللہ کذاباً الا ترى انه یقال صدقت وبررت وکذبت وفجرت“۔

(کبیر ج ۱۶ ص ۲۲۲)

آیت کریمہ سچائی کی فصاحت اور اس کے کامل درجہ پر دلالت کر رہی ہے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم پر لازم ہے کہ سچ بولو کیونکہ سچ انسان کو نیکی کے قریب کرتا ہے اور نیکی جنت کے قریب کرتی ہے اور بیشک بندہ سچ بولنے کی وجہ سے اللہ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے اور تم جھوٹ سے دور ہو کیونکہ یقینی بات ہے کہ جھوٹ انسان کو گناہوں کے قریب کرتا ہے اور گناہ آگ کے قریب کرتے ہیں اور انسان جب جھوٹ بولتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں کذاب لکھا جاتا ہے کیا تم دیکھتے نہیں کہ کہا جاتا ہے کہ تم نے سچ بولا اور نیکی کا کام کیا تم نے جھوٹ بولا اور گناہ کا کام کیا۔ خیال رہے کہ یہ حدیث جو کبیر سے نقل کی ہے یہی حدیث کچھ مختلف الفاظ سے بخاری اور مسلم میں بھی موجود ہے جو مشکوٰۃ باب حفظ اللسان میں ہے وہ الفاظ مبارکہ اس طرح ہیں:

”عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بالصدق فان الصدق یمہدی الی البر وان البر یمہدی الی الجنۃ وما یزال الرجل یصدق ویتحری الصدق حتی یکتب عند اللہ صدیقاً وایاکم والکذب فان الکذب یمہدی الی الفجور وان الفجور یمہدی الی النار وما یزال الرجل یمکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عند اللہ کذاباً“ (متفق علیہ)

اس حدیث پاک کا ترجمہ تقریباً وہی ہے جو اس سے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

”عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کذب العبد تباعد عنہ الملک میلاً من نتن ما جاء بہ“۔ (ترمذی، مشکوٰۃ باب حفظ اللسان)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کے جھوٹ کی وجہ سے اس سے مردار کی طرح جو بو آتی ہے اس سے فرشتے دور بھاگ جاتے ہیں۔

مسئلہ کی وضاحت کے لئے یہ مختصر الفاظ سچائی کی فضیلت اور جھوٹ کی مذمت میں بیان کیا گیا ہے تاکہ مسئلہ آسانی سے سمجھا آ سکے۔

حدیث نبوی میں کذب بیانی کی مذمت

”عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتقوا الحديث عني الا ما علمتم فمن كذب علي متعمدا فليتبوا مقعده من النار“۔ (ترمذی مشکوٰۃ باب العلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے حدیث بیان کرنے میں اجتناب کرو سوائے اس کے کہ تمہیں یقینی علم حاصل ہو (کہ ہاں واقعی وہ میری حدیث ہے) جس آدمی نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ کو منسوب کیا اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

خیال رہے ”فمن كذب“ سے شروع ہو کر آخر تک حدیث ابن ماجہ میں بھی حضرت ابن مسعود اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کی روایت سے مذکور ہے۔

وضاحت حدیث

”فليتبوا: يقال تبوا الدار اذا اتخذها مسكنا وهو امر معناه الخبر يعني فان الله يبوئ“۔
”تبوا الدار“ کا معنی ہے اس نے فلاں گھر کو اپنا مسکن بنایا۔

اگرچہ ”فليتبوا“ صیغہ تو امر کا ہے لیکن معنی خبر والا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس کا ٹھکانا جہنم میں بنائے گا۔
البتہ امر کا صیغہ تھکم کے طور پر ہے تقریباً با محاورہ کلام ہے اسے ذلیل کرنے کے لئے یہ انداز اختیار کیا گیا ہے کہ میری طرف جھوٹ کو منسوب کرنے والے! خود ہی اپنا ٹھکانا جہنم بنالے اور تیرا کوئی راستہ ہی نہیں۔

جھوٹی حدیث بیان کرنا گناہ کبیرہ بلکہ کفر ہے

”كان ذلك كبيرة بل قال الشيخ ابو محمد الجوني انه كفر يعني لانه يترتب عليه الاستخفاف بالشرعية“ جھوٹی حدیث بیان کرنا گناہ کبیرہ ہے بلکہ شیخ ابو محمد جوینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان فرمایا کہ جھوٹی حدیث بیان کرنا کفر ہے۔ اس لئے کہ اس میں شریعت کی توہین ہے اور اسے گھٹیا سمجھنا لازم آتا ہے۔

حدیث کا مطلب بدلنا شدید گناہ ہے

”ويؤخذ من الحديث ان من قرأ حديثه وهو يعلم انه يلحن فيه سواء كان في ادائه او اعرا به يدخل في هذا الوعد الشديد لانه يلحنه كاذب عليه“

حدیث پاک سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ جس شخص نے حدیث پاک کو ایسی سُراور ایسے لہجہ سے پڑھا جس سے حدیث پاک کا معنی بدل گیا یہ انداز اس نے جانتے ہوئے اختیار کیا کہ حدیث کا مطلب بدل رہا ہے اسی طرح اس نے جان بوجھ کر حدیث کی حرکات (زبر، زیر، پیش) کو بدلا جس سے حدیث کا مطلب بدل گیا تو وہ اسی وعید شدید میں داخل ہے کہ اس نے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالیا۔

جھوٹی حدیث بیان کرنے سے اجتناب واجب ہے

”قال الطیبی فیہ ایجاب التحرز عن الکذب علی رسول اللہ ﷺ“.

علامہ طیبی رحمۃ نے بیان فرمایا کہ انسان کے لئے واجب ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنے سے اجتناب کرے۔

جھوٹی حدیث نقل کرنا بھی جہنم میں جانے کا سبب ہے

”وفیہ اشارة الى من نقل حدیثا وعلم کذبه یكون مستحقا للنار الا ان یتوب“.

(ازمرقاۃ ج ۱ ص ۲۶۵)

اس حدیث سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اگر کوئی شخص کسی حدیث کے متعلق جانتا ہو کہ یہ جھوٹی ہے پھر وہ کسی سے روایت کرے تو اس کا روایت نقل کرنا بھی جہنم میں جانے کا ذریعہ ہے ہاں البتہ توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا۔ واضح ہوا کہ جھوٹی حدیث گھڑنا اور پیش کرنا، جان بوجھ کر جھوٹی حدیث نقل کرنا، جان بوجھ کر حدیث کے مطلب کو پڑھنے کے انداز سے بدلنا، جان بوجھ کر حدیث کی حرکات کو بدل کر حدیث کے مفہوم کو بدلنا، اپنے آپ کو جہنم کا مستحق بنانا ہے۔ اس سے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہونا لازم آتا ہے۔ بلکہ شریعت سے مزاح اور شریعت کو گھٹیا سمجھنے کی وجہ سے کفر لازم آتا ہے۔ مومن کو اپنا ایمان بچانے کے لئے اس سے بچنا ضروری ہے۔

اسی سے واضح ہو گیا کہ جان بوجھ کر احادیث کے معانی غلط مراد لینا بھی اپنے آپ کو جہنم کا حقدار بنانا ہے۔ بے دین لوگ پہلے ہی قرآن پاک اور احادیث کے مطالب اپنی مرضی کے بیان کر کے دین اسلام کا حلیہ بگاڑ رہے ہیں۔ اگر علماء نے بھی ضد، حسد، عناد کی وجہ سے قرآن و حدیث کے معانی بدلنے شروع کر دیئے تو بے دینوں کو کیسے سمجھایا جائے گا؟

شریعت نے جس کام سے منع نہیں کیا وہ جائز ہے

حضرت سلمان ص سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ سے گھی، پنیر، حمار وحشی یا چمڑے کے لباس وغیرہ (کی حلت و حرمت) کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”الحلال ما احل الله فی کتابه والحرام ما حرم الله فی کتابه وما سکت عنه فهو مما عفی عنه“.

(ابن ماجہ، ترمذی، مشکوٰۃ کتاب الاطعمۃ ص ۳۶۷)

جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کیا ہے وہ حلال ہے اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام کیا ہے وہ حرام ہے اور جس سے سکوت کیا گیا وہ معاف ہے۔

تنبیہ: خیال رہے کہ کتاب اللہ (قرآن مجید) میں یہ بھی ذکر ہے:

ما آتکم الرسول فخذوه وما نہاکم عنه فانتهوا

جو چیز تمہیں رسول اللہ عطا کریں وہ لے لو اور جس چیز سے آپ روکیں اس سے رک جاؤ۔

اس آیت کے عموم الفاظ کو دیکھ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد ”لعن الله الواشمة

والمستوشمة“ (اللہ تعالیٰ نے رنگ بھرنے والی اور بھروانے والی پر لعنت فرمائی) کو حکم قرآن ہی قرار دیا کیونکہ آپ نے جب جسم کے خون میں رنگ بھر کر پھول وغیرہ بنانے والی عورتوں کو منع کیا اور انہیں لعنت کا مستحق قرار دیا تو ایک عورت نے کہا میں نے مکمل قرآن پڑھا ہے مجھے تو کہیں نظر نہیں آیا کہ اس سے منع کیا گیا ہو۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم نے مکمل قرآن نہیں پڑھا اگر غور سے پڑھتی تو تمہیں یہ بھی نظر آتا:

ما آتکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا

جب میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پیش کر رہا ہوں تو وہ قرآن پاک کی اس آیت کے مطابق ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ جس کام سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا اس سے رک جانا اسے ترک کر دینا بھی ضروری ہے۔

”عن ابن عباس قال كان اهل الجاهلية ياكلون اشياء ويتركون اشياء تقذرا فبعث الله نبيه وانزل كتابه واحل حلاله وحرم حرامه فما احل فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سكت عنه فهو عفو“۔
(ابوداؤد، مشکوٰۃ باب ما تحل اكله وما يحرم ص ۳۶۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں زمانہ جاہلیت میں لوگ بعض چیزیں کھاتے تھے اور بعض چیزوں کو کھانا چھوڑ دیتے تھے۔ جن کو طبیعت پسند نہیں کرتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھیجا اور اپنی کتاب کو نازل کیا اور حلال کو حلال کر دیا اور حرام کو حرام کر دیا اور جس سے سکوت فرمایا وہ معاف ہے۔ (یعنی اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا)

اباحت اصل ہے

تمام کام اصل میں مباح ہیں جب تک ان کے ناجائز ہونے پر کوئی دلیل قائم نہ ہو وہ جائز ہوتے ہیں یہی اکثر احناف اور اکثر شوافع کا عقیدہ ہے یہی معتبر ہے۔ تمام اشیاء میں اصل اباحت (جواز) ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا زمین میں تمام چیزیں تمہارے نفع کے لئے پیدا کی ہیں۔

ان اصل الافعال الاباحة كما هو مختار

اکثر الحنفية والشافعية (شرح مسلم

الثبوت ص ۸۶)

ان الاباحة اصل في الاشياء لقوله تعالى

(خلق لكم مافي الارض جميعا) (نور

الانوار مع قمر الاقمار ص ۱۷۹)

مقام توجہ

جب تک ناجائز کہنے والے اس کے ناجائز ہونے پر دلائل قائم نہ کر سکیں تو جائز ماننے والے بغیر کسی دلیل کے بھی جائز مان سکتے ہیں۔ بس یہی بحث ذہن میں رکھیں یہی شرعی ضابطہ ہے۔

حلال کو حرام سمجھنا

ارشادِ خداوندی!

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ. کی تفسیر میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حلال کو حرام بنانے کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ حلال چیز کے متعلق حرام ہونے کا عقیدہ رکھنا یہ بالکل ایسا ہے جیسا کہ حرام چیز کو حلال سمجھنے کا عقیدہ رکھنا ایسا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ حلال سے رک جانا، حلال کو استعمال نہ کرنا یا قسم اٹھا کر اپنے آپ پر حرام کر لینا یہ مباح ہے بشرطیکہ وہ حلال چیز پر عمل کرنا باعث عبادت نہ ہو۔

ان تحریم الحلال علی وجهین الاول اعتقاد ثبوت حکم التحريم فيه وهو كاعتقاد ثبوت حكم التحليل في الحرام محذور يوجب الكفر والثاني الامتناع من الحلال مطلقا او مؤكدا باليمين مع حله وهذا مباح صرف وحلال محض (روح المعانی ج ۱۲ ص ۱۷۸)

مسئلے کو سمجھنے

مکروہ تنزیہی بھی بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہو سکتی اس کے لئے بھی خاص دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ صرف زبانی دعویٰ کافی نہیں کہ یہ کام ناجائز ہے جب مکروہ تنزیہی ثابت کرنے کے لئے دلیل دینی پڑے گی تو حرام بغیر دلیل کے کیسے ثابت کیا جاسکتا ہے اور حلال کو حرام سمجھنے کا عقیدہ رکھنا جب منع ہے اور باعث کفر بھی ہے تو حلال کو حرام کہنے والے کون سے دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ اسی مسئلہ کو شامی میں دیکھیں:

صرف مستحب کے ترک سے کراہت ثابت نہیں ہو سکتی بلکہ مکروہ ثابت کرنے کے لئے خاص دلیل کی ضرورت ہے۔

لا يلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة اذ لا بدلها من دليل خاص (شامی ج ۱ ص ۶۱۸)

خیال رہے کہ اس مکروہ سے مراد مکروہ تنزیہی ہے نہ کہ مکروہ تحریمی۔ علامہ شامی نے اس پر صراحت کی ہے۔

برے القاب اور بری تشبیہات کو مسلمانوں کیلئے استعمال کرنا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اور آپس میں طعن نہ کرو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا۔

وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ لَاسْمِ الْفُسُوقِ بَعْدَ الْإِيمَانِ.

قال البيضاوى البز مختص بالقلب السوء وفى
القاموس التنابز التعاير والتداعى باللقاب يعنى
لاتدع بعضكم بعضا للقلب السوء قال البغوى قال
عكرمة هو قول الرجل للرجل يا فاسق يا منافق
يا كافر قال الحسن كان اليهودى والنصرانى يسلم
فيقال له بعد اسلامه يا يهودى يا نصرانى فهو عن
ذلك. قال عطاء هو ان تقول لا خيك يا حمار
يا خنزير وروى نع ابن عباس قال التنابز ان يكون
الرجل عمل السيئات ثم تاب عنها فنهى ان يعير بما
سلف من عمله. (مظهرى)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مومنوں کو ایک دوسرے کو
برے القاب دینے سے منع کیا گیا ہے کوئی شخص
کسی دوسرے کو اے فاسق، اے کافر، اے منافق
کہہ کر نہ پکارے اسی طرح اگر کوئی یہودی یا
عیسائی اسلام قبول کر لے تو اسے اسلام قبول
کر لینے کے بعد یہودی اور عیسائی نہ کہا جائے۔
اسی طرح کوئی شخص کسی اپنے دوسرے مسلمان
بھائی کو اے گدھے، اے خنزیر نہ کہے۔ اسی طرح
کوئی شخص گناہوں سے جب توبہ کر لے تو اسے
توبہ کے بعد اس کے سابقہ گناہوں پر عار نہ دلائی
جائے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ مسلمانوں کو یہودیوں سے تشبیہ دینا اور یہودیوں کے لئے جو احادیث استعمال ہیں ان کو مسلمانوں
کے لئے استعمال کرنا درحقیقت قرآن پاک کے حکم سے منہ موڑنا ہے۔

سبز رنگ نبی ﷺ کو پسند تھا

ابن عباس گفت پیغمبر ﷺ را بر منبر دیدم کہ
خطبه میکر دو بر دھانے سبز پوشیده بود (شرح
سفر السعادة)
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے
ہیں میں نے پیغمبر ﷺ کو منبر پر دیکھا کہ آپ
ﷺ خطبہ دے رہے تھے اور سبز رنگ کی چادر
آپ کے زیر تن تھی۔

اس سے پتہ چلا کہ نبی کریم ﷺ نے سبز رنگ کی چادر استعمال فرمائی۔ لہذا سبز رنگ کی مخالفت سے نبی کریم ﷺ کے
لباس شریف پر اعتراض لازم آئے گا۔

اعتراض

نبی کریم ﷺ نے خالص سبز رنگ کی چادر یا خالص سرخ رنگ کا لباس استعمال نہیں فرمایا بلکہ سبز اور سرخ
دھاریاں (لیکیریں) کپڑے میں ہوتی تھیں۔ کیونکہ شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

برد سبز برد لیست کہ دران خطوط سبز باشد
نہ آنکہ سبز خالص بود چنانکہ برد سرخ نیز
بایں معنی است. (شرح سفر السعادة)
سبز رنگ کی چادر کا یہ مطلب ہے کہ اس
میں سبز لکیریں ہوتی تھیں یہ نہیں کہ وہ خالص
سبز ہوتی تھی جس طرح سرخ چادر کا ذکر ملتا ہے اس
کا بھی یہ مطلب ہے۔

جواب:

شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب بھی خود ہی واضح طور پر ذکر فرمایا ہے۔ آپ کی پیش کردہ عبارت ملاحظہ ہو:

وایں بیان واقع است نہ آنکہ سبز خالص
پوشیدن حرام بود چنانکہ سرخ خالص .
زیرا کہ بہ تحقیق ثابت شدہ است کہ
دوست ترس رنگہا نزد آنحضرت ﷺ
بعد از بیاض حضرت بود. (شرح سفر
السعادة)

یہ بیان واقع ہے یعنی نبی کریم ﷺ نے
سبز دھاریوں والی چادر کا استعمال فرمایا اس کا یہ
مطلب نہیں کہ خالص سبز لباس پہننا منع ہے جس
طرح کہ سرخ خالص۔ اس لئے کہ تحقیق سے یہ
بات ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو سفید رنگ کے
بعد خالص سبز رنگ بہت زیادہ پسند تھا۔ (شرح سفر
السعادة ص ۳۳۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

”دوست ترین“ اور ”خضر“ کے الفاظ پر نگاہ کریں بار بار پڑھیں ان شاء اللہ عز وجل یہ واضح ہو جائے گا کہ سفید رنگ
کے بعد خالص سبز رنگ آپ ﷺ کو بہت ہی زیادہ پسند تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ یمنی
دھاریدار لباس پہننا پسند فرماتے تھے۔

عن انس قال کان احب الثياب الى
النبي ﷺ ان يلبسها الحبرة (متفق عليه)
(مشکوٰۃ کتاب اللباس)

”حمرۃ“ کا لفظ حدیث پاک میں استعمال ہوا ہے
اس سے مراد یمنی چادریں ہیں جن میں سرخ
دھاریاں ہوتیں اکثر طور پر ان میں سبز دھاریاں
ہوتیں یا نیلی دھاریاں ہوتیں۔

ثم الحبرة نوع من برود اليمن بخطوط
حمر وربما تكون بخضر اوزرق

نبی کریم ﷺ کو یہ کپڑا اس وجہ سے پسند تھا کہ یہ سوتی کپڑا تھا اور نفیس تھا۔

اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو وہ کپڑا
اس لئے پسند تھا کہ اس میں سبز رنگ پایا جاتا تھا
چونکہ سبز رنگ کا لباس جنتی لوگوں کا لباس ہوگا یہی
پسند کی وجہ تھی۔

وقيل لكونها خضراء وهي من ثياب اهل
الجنة وقد ورد انه كان احب الالوان اليه
الخضرة على ما رواه الطبراني في الاوسط
وابن السني وابو نعيم في الطب (مرفقة

ج ۸ ص ۲۳۲)

اور تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو سبز رنگ بہت ہی زیادہ پسند تھا۔

اخرج ابن السني وابو نعيم كلاهما في طب
النبي ﷺ عن انس قال كان احب الالوان
الى رسول الله ﷺ الخضرة. (مظهری ج ۶
ص ۳۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کو
سبز رنگ بہت ہی زیادہ پسند تھا۔

مقصودی بحث کی طرف توجہ فرمائیں

ایک فوٹو سٹیٹ پمفلٹ نظر سے گزرا جس میں مشکوٰۃ شریف سے ایک حدیث پاک کا عکس دیا گیا اور اس کا غلط ترجمہ
شائع کر کے خبث باطنی کا ثبوت پیش کیا گیا۔ امت مسلمہ کو لڑانے کی ایک مذموم کوشش کی گئی اور خصوصاً حدیث پاک کا
غلط ترجمہ کر کے ناپاک جسارت کی گئی۔ خوفِ خدا کو بالائے طاق رکھ کر جھوٹ کا پلندہ تحریر کیا گیا۔

حدیث پاک اور اس کا غلط ترجمہ

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ يتبع الدجال من امتی سبعون الفا علیهم السیجان
رواه فی شرح السنة. (مشکوٰۃ باب العلامات بین یدی الساعة ص ۴۷۷)
میری امت میں سے ستر ہزار لوگ ہوں گے جو دجال کی اتباع کریں گے جن پر سبز رنگ کے عمامے ہوں گے۔

سیجان کا لفظ شامل ہے سبز ٹوپی سبز چادر سبز پگڑی پر۔

غلط ترجمہ کرنے کی وجوہ

یہ ترجمہ غلط کیا گیا ہے اس کی تین وجہ ہو سکتی ہیں: اس کی ایک سب سے بڑی وجہ تو یہ نظر آتی ہے کہ ”دعوتِ اسلامی“ سے
تعلق رکھنے والے حضرات سبز عمامہ شریف باندھتے ہیں۔ ان کی بڑھتی ہوئی تعداد اور ان کو جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم
سے اچھے اعمال کی توفیق حاصل ہے اس پر حسد کرتے ہوئے حدیث پاک کے مفہوم کو بدل دیا گیا یوں کہا جائے

سبز عمامہ شریف کو دیکھ کر کذاب جل اٹھے

دوسری وجہ یہ ہے کہ ”السیجان“ کے معنی کو سمجھنے سے مترجم قاصر رہا، کذب بیانی کا مرتکب ہوا۔

تیسری وجہ اسی مضمون کی دوسری حدیث جو مسلم شریف میں اور مشکوٰۃ کے اسی باب میں ہے اسے چھپانے کی ناکام
کوشش کی گئی۔

آئیے حدیث مسلم کو دیکھیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ
نے فرمایا دجال کی تابعدار کریں گے ستر ہزار
اصفہان کے یہودی جن پر طیالیس ہوں گی۔

عن انس عن رسول الله ﷺ قال يتبع
الدجال من يهود اصفهان سبعون الفا
عليهم الطيالة رواه مسلم. (مشکوٰۃ باب
العلامات بین یدی الساعة ص ۴۷۵)

تنبیہ: ”طیالہ“ اور ”سیجان“ کے لفظ کا دونوں حدیثوں میں ایک ہی مطلب ہے جسے میں ان شاء اللہ عزوجل لغت سے واضح کروں گا۔

وضاحت حدیث:

من الاتبا بتشديد الفاء ای يطیح.

لفظ ”یتبع“ میں تاء پر شد ہے ”اتباع“ سے لیا ہوا ہے۔
معنی ہے اطاعت کرنا۔

”اصفہان“ ہمزہ پر زبر بھی اور زیر بھی فاء پر زبر ہے فاء کی جگہ باء کا استعمال بھی ہے۔ شہر کا نام ہے جو عراق کے علاقہ میں ہے۔ بعض حضرات نے کہا اصفہان دو شہر ہیں۔ ایک خراسان میں ہے جو فاء کی جگہ باء کا استعمال کرتے ہیں۔

(واللہ اعلم بالصواب)

حدیث پاک سے ایک بات تو یہ واضح ہوئی وہ قوم جو دجال کی تابعدار کرے گی۔ ان کی علامت بیان کی گئی کہ ان پر طیالیس ہوں گی اور دوسری بات کہ وہ یہود ہوں گے اور تیسری بات کہ وہ اصفہان کے ہوں گے۔ ابھی دجال کا ظہور بھی نہیں کہ دجال کے متبعین تلاش کئے جائیں۔ دجال کا جب ظہور ہوگا تو اس کے متبعین بھی ڈھکے چھپے نہیں رہیں گے۔

جب نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ یہودی ہوں گے تو مسلمانوں پر اس حدیث کا اطلاق کیسے صحیح ہے؟

جب مصطفیٰ کریم ﷺ کے ارشاد گرامی کے مطابق وہ اصفہان کے ہوں تو پاکستان کے ثابت کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟
جب ”طیلسان“ کا ایک معین رنگ ہی نہیں بیان کیا گیا بلکہ تین رنگ بیان کئے گئے جس کی وضاحت ان شاء اللہ عزوجل آئی ہے تو صرف سبز رنگ پر زور کیوں؟

”طیالہ“ اور ”سیجان“ کی لغوی تحقیق:

ایک حدیث شریف میں ”طیالہ“ استعمال ہے اور دوسری حدیث میں لفظ ”سیجان“ استعمال ہے دونوں کا ایک ہی مطلب ہے۔ اس لئے ان الفاظ کی لغوی حیثیت پہلے دیکھیں پھر شارحی کی بحث کو دیکھیں تو مطلب واضح ہو جائے گا۔

الطالسان ضرب من الاوشحة يلبس
على الكتف او يحيط بالبدن خال عن
التفصيل والخيطة او هو ما يعرف في
العامة المصرية بالشال (فارسی معرب
تالستان او تالشان) (المعجم الوسيط)

طالسان ایک لباس ہے جو زینت کیلئے کندھے پر استعمال کرتے ہیں یا اس سے بدن کو ڈھانپتے ہیں۔
اس میں کوئی تفصیل نہیں ہوتی (کہ یہ حصہ بازو کیلئے ہے تو یہ پیٹ کیلئے وغیرہ) اور اس کی سلائی بھی نہیں ہوتی (واضح ہوا کہ وہ چادر ہوتی ہے) یا یہ کہ مصر میں عام لوگ جسے شال کہتے ہیں۔ وہی طالسان ہے اصل میں یہ لفظ فارسی ہے اور اصل میں تالسان یا تالشان تھا عربی میں اسے طالسان بنا لیا گیا یعنی یہ لفظ معرب ہے۔

الاطلس من الشيا ب الوسخ او مای لونه
طلسة (المعجم الوسط)
اطلسه الغبرة الى السواد ومارق من
السحاب.

جس کپڑے میں میل ہو یا جس کا رنگ طلسم (طاء پر
پیش لام ساکن) ہو اسے اطلس کہا جاتا ہے۔
میا لا رنگ جو سیاہی مائل ہو اور پتکے بادلوں کا جو رنگ
ہوتا ہے اسے طلسم کہا جاتا ہے۔

المعجم الوسيط سے کی گئی بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ ”طیالسم“ جمع ہے ”طیلسان“ یا ”طالسان“ کی جس کا معنی ہے چادر، شال
اور اس کا رنگ خاکستری سیاہی مائل ہوتا ہے۔

السیجان تصغیر الساج، سویج،
والجمع سیجان، ابن الاعرابی
السیجان الطیالسة السود واحدھا
ساج.

ساج کی تصغیر سوچ ہے اور جمع سیجان ہے ابن الاعرابی
نے کہا السیجان سیاہ رنگ کی چادروں کو کہا جاتا ہے۔
اس کا واحد ساج ہے۔

وفی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما
ان النبی ﷺ کان یلبس فی الحرب
من القلانس ما یکون من السیجان
الخضر جمع ساج وهو الطیلسان
الاخضر.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں
ہے کہ بیشک نبی کریم ﷺ جنگ میں ٹوپی پہنتے تھے
جو سبز سیجان سے بنی ہوئی ہوتی تھی۔ سیجان ساج کی
جمع ہے سبز رنگ کی چادر کو بھی کہا جاتا ہے۔ (لسان
العرب)

الساج ضروب من الشجر یعظم جدا
ویذهب طولا وعرضا وله ورق کبیر
(ج) سیجان. (المعجم الوسط)

سیجان جمع ہے ساج کی ساج ایک بہت بڑا درخت
ہے جو طول و عرض میں پھیلا ہوا ہوتا ہے اور اس کے
بڑے بڑے پتے ہوتے ہیں۔ ہماری زبان میں
اسے ساگوان کہا جاتا ہے اس کی لکڑی بھی سیاہ ہوتی
ہے۔

یہاں سے ایک اور بات سمجھ میں آئی کہ سیجان کا معنی ٹوپی کرنا غلط ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ ٹوپی پہنتے تھے جو سیجان کی بنی
ہوئی ہوتی تھی۔ یہ نہیں کہ سیجان پہنتے تھے جس کا معنی ٹوپی ہے۔ سیجان سبز رنگ کی چادر کو بھی کہتے اور سیاہ رنگ کی چادر کو
بھی اور یہ بھی ممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ جو ٹوپی جنگ میں استعمال کرتے تھے وہ ساگوان کی لکڑی کی چھیل سے بنتی ہو۔

وقیل الطیلسان المقور ینسج کذا لک کان القلانس تعمل منها او من نوعھا. (لسان العرب)
بعض حضرات نے بیان کیا سیجان (یہ سیجان کی بحث میں ہی ہے) اس طیلسان (چادر) کو کہتے ہیں جس پر سیاہ رنگ کا
تار کول لگایا ہوتا ہے اس سے وہ کپڑا بنا ہوا ہوتا ہے اسی تار کول والے دھاگہ سے یا اس قسم کے سیاہ دھاگہ سے ٹوپیاں بھی
بنائی جاتی تھیں۔

اس سے ایک اور احتمال ثابت ہو گیا کہ ہو سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ سیاہ رنگ کی ٹوپی جنگ میں استعمال فرماتے ہوں۔

والساج الطيلسان الاخضر او الضخم
الغليظ او الاسود او المقور ينسج
كذلك وبه فسر حديث ابن عباس
كان النبي ﷺ يلبس في الحرب من
القلانس ايكون من السيجان وفي
حديث ابى هريرة اصحاب الدجال
عليهم السيجان. (تاج العروس)

اس کی وضاحت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے بھی ملتی ہے جس میں یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جنگ میں ٹوپی پہنتے تھے جو سجان کی نبی ہوئی تھی۔

سیجان سے سبز پگڑی مراد لینا غلط ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ذکر ہے کہ دجال کی تابعداری کرنے والوں پر سجان ہوں گی اور لغوی تحقیق میں بیان کیا جا چکا ہے کہ سجان کا معنی سیاہ رنگ کی چادر تارکول ملے ہوئے دھاگہ سے بنی ہوئی چادر اور سبز رنگ کی چادر ہے تو صرف سبز رنگ ثابت کرنا کس طرح درست ہے.....؟؟؟ عمامہ معنی کرنا کیسے صحیح ہے؟؟

اور بیان کیا گیا ہے کہ ساج گول چادر کو کہا جاتا ہے
اور مجازی طور پر مربع (چورس) چادر کو بھی کہا جاتا
ہے۔

وقيل الساج الطيلسان المدور ويطلق
مجازا على الكساء المربع. (تاج
العروس)

اب ذرا خود فیصلہ کریں کہ حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی معنی کی کیا ضرورت پڑ رہی ہے اور وہ بھی مربع چادر تک مجازی معنی کیا جاسکتا ہے پگڑی معنی کرنا تو مجاز ابھی درست نہیں۔

اعتراض

سیجان کا معنی سیاہ چادر کرنا تو غریب ہے۔ سیاہ رنگ کی چادر والا معنی لے کر کیسے بحث کی جاسکتی ہے؟

جواب

ابن اعرابی نے کہا ہے سجان سیاہ چادروں کو کہا جاتا
ہے سجان کا واحد ساج ہے پھر انہوں نے اشعار
نقل فرمائے جن میں ساج استعمال ہے تو غریب
کیسے کہا جاسکتا ہے۔

قلت قال ابن الاعرابي السيجان
الطيالة السود واحدها ساج
فكيف يكون مع هذا النقل غريبا.
(تاج العروس)

منجد عربی، اردو کو دیکھئے

”الساج“ (ساھوکا درخت)..... ”ج سجان“ ”واحد ساجہ“ (کشادہ گول چادر) ”کساء مسرج“ (گول چادر) ”طلس (س) طلسا“ ”طلس (ک) طلستہ“ (خاکستری رنگ کا ہونا) ”اطلس“ (کالی چادر) ”اطلس“ (مخوشدہ تحریر، میلا کپڑا) ”الطلستہ“ (خاکستری رنگ) ”طیلسان“ (سبز چادر جس کو علماء و مشائخ استعمال کرتے ہیں)۔ سبحان اللہ عزوجل! صاحب لغت اور مترجمین علماء نے ”طیلسان“ کا منی علماء و مشائخ کی سبز چادر بیان کیا لیکن متعصبین نے طیلسان جو یہودیوں کا خاص لباس تھا اسے مسلمانوں کے لئے صرف مسلمان نہیں بلکہ اللہ کی راہ میں چلنے والوں کیلئے استعمال کر کے حدیث پاک کا مفہوم بدل دیا ہے اور سبز عمامہ پر انطباق کر کے اپنی عاقبت خراب کی ہے۔

حدیث مسلم پر حاشیہ مشکوٰۃ دیکھئے

مسلم شریف کی وہ حدیث جس میں واضح طور پر ذکر ہے کہ وہ اصفہان کے ستر ہزار یہودی ہوں گے جو دجال کی تابعدار کریں گے ان پر طیلسین (خاکستری چادریں) ہوں گی۔ اس پر حاشیہ دیکھیں:

طیلسہ جمع ہے طیلسان کی یہ فارسی لفظ تالسان سے عربی بنایا گیا ہے یہ ایک مشہور و معروف کپڑا ہے ابن قیم نے طیلسان کے استعمال کی اسی حدیث کے ذریعے مذمت ثابت کی۔ اسی طرح ایک اور حدیث کو بھی اس نے اپنے موقف پر دلیل بنایا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے چند لوگوں کو دیکھا جنہوں نے طیلسین اوڑھی ہوئی تھیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو خیبر کے یہودیوں کے بہت مشابہت ہے۔

الطیالسة جمع الطیلسان وهو معرب
تالسان وهو ثوب معروف وقد احتج ابن
القیم علی ذم لبس الطیلسان بهذا
الحديث وبما روی عن انس انه رأى
جماعة علیهم الطیالسة فقال ما اشفه
هؤلاء بیهود خیبر واجاب عنه فی فتح
الباری ان الطیالسة فی ذلک الوقت
کان من شعار الیهود فانکر ذلک انس
ثم ارتفع فی هذه الازمنة فتدخل فی
عموم السباحات وقد ثبت فی احادیث
کثیرة التطلس والتقمع عن رسول
الله ﷺ والصحابۃ (لمعات، مرقاة)

فتح الباری میں اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس وقت طیلسان کا استعمال یہودیوں کی مذہبی علامت تھی ان کی مشابہت کی وجہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسے ناپسند سمجھا۔ اب جب اس زمانہ میں طیلسان کا استعمال عام ہو گیا یہودیوں کی خاص علامت نہ رہی تو عام مباح چیزوں کی طرح اس کا حکم بھی ہو گیا۔ کثیر احادیث میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کا طیلسان کا استعمال ثابت ہے۔ (طیلسان کے معنی تفصیلی طور پر ذکر کر دیئے گئے ہیں)

اور اسی طرح آپ سے اور صحابہ کرام سے قناع کا استعمال بھی ثابت ہے قناع کا معنی اوڑھنی اور دوپٹہ ہے۔

اس بحث سے بھی واضح ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے اور آپ کے صحابہ کرام نے سبز رنگ کی چادر کو استعمال کیا اس لئے سبز رنگ کی چادر پر طعنہ زنی جہالت و حماقت ہے اور سبز عمامہ پر اس کا انطباق اس پر مستزاد ہے۔

احادیث مذکورہ کے معروف تراجم سے استدلال ایک قدیم ترجمہ دیکھئے
وہ حدیث مبارکہ جو شرح السنۃ کے حوالہ سے مشکوٰۃ میں مذکور ہے جس میں یحجان کا ذکر ہے اور جس کا ترجمہ متعصبین نے غلط کیا ہے اس کے ایک پرانے ترجمہ کی طرف توجہ کریں۔ یہ اس لئے حوالہ دیا جا رہا ہے کہ اس ترجمے کو موجودہ دور کے مسلکی تعصبات سے قبل لکھا گیا ہے اور اسے معترضین کے ہم خیال بھی مانتے ہیں:

روایت ہے ابی سعید خدری سے کہا کہ: فرمایا رسول خدا ﷺ نے متابعت کرینگے دجال کی میری امت میں ستر ہزار کہ اوپر ہوگی (انکے) سیاہ چادریں۔ (الرحمة المہدۃ ترجمہ مشکوٰۃ، مطبع القرآن والسنۃ امرتسر جزء رابع الرابع ص ۱۱۹)
اسی ترجمہ سے دوسری حدیث کو دیکھیں جو مسلم شریف کی حدیث ہے جس میں طیارہ کا لفظ استعمال ہے۔

روایت ہے انس سے کہ نقل کی رسول خدا ﷺ سے کہ فرمایا پیروی کریں گے دجال کی یہود اصفہان سے ستر ہزار کہ ان پر سیاہ چادریں ہوگی“ (ص ۱۱۲ حوالہ مذکورہ)

مظاہر حق کو دیکھیں

شرح السنۃ کی حدیث جس میں یحجان کی ذکر ہے جس کا ترجمہ غلط کیا گیا ہے۔ اس کا ترجمہ اور وضاحت (مشکوٰۃ شریف کی شرح مظاہر حق ص ۳۲۰) پر دیکھیں وہ یہ ہے: اور روایت ہے

ابی سعید خدری سے کہ کہا فرمایا رسول خدا ﷺ نے متابعت کرینگے دجال کی میری امت میں سے ستر ہزار کہ ان پر ہوں گے یحجان کہ قسم پہناوے کی ہے یہ نقل کی بغوی نے شرح السنۃ میں۔ ف: یحجان زیر سین مہملہ اور جزم یا سے کہ بعد اس کے جیم ہے جمع ساج ہے جیسے تیجان جمع تاج کی بمعنی طیلسان سبز یا سیاہ کے۔

تنبیہ: نبی کریم ﷺ نے تمام کفار اور مسلمانوں کو تبلیغ احکام کی ہے اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے کے لحاظ سے اور حق راہ کی دعوت دینے کے لحاظ سے آپ کی امت کو ”امت دعوت“ کہا جاتا ہے۔ جس میں کافر بھی داخل ہیں اور آپ ﷺ کے ارشادات کو صرف مسلمانوں نے قبول کیا ہے اس لحاظ سے آپ کے مسلمانوں کی امت کو ”امت اجابت“ کہا جاتا ہے اب اس تمہید کے بعد یہ سمجھیں:

امتی ای امة الاجابة او الدعوة وهو

الاظھر لما سبق انھم من یہود اصفہان.

(مرقاۃ ج ۱۰ ص ۲۱۷)

حدیث شریف میں جو ذکر ہے ”میری امت میں سے“

اس سے مراد امت اجابت ہے یا امت دعوت؟ صحیح

بات یہ ہے کہ اس سے مراد ”امت دعوت“ جو کفار کو

بھی شامل ہے اس لئے کہ پہلے حدیث مسلم میں

گزر چکا ہے کہ وہ لوگ دجال کی تابعداری کرینگے وہ

اصفہان کے یہود ہوں گے۔

مقام توجہ

مسلم شریف جس میں واضح طور پر موجود ہے کہ دجال کی تابعداری کرنے والے اصفہان کے یہود ہوں گے اس کی سند قوی ہے۔ لیکن شرح السنۃ کی یہ حدیث سند کے لحاظ پر ضعیف ہے:

قیل فی سندہ ابو ہارون وهو متروک. (مرقاۃ ج ۱۰ ص ۲۱۷)

بیان کیا گیا ہے کہ اس کی سند میں ابو ہارون ہے جو متروک ہے۔

اس بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ مطلقاً آپ کی امت سے مسلمان مراد نہیں بلکہ یہود ہی مراد ہیں جس کا ذکر دوسری حدیث میں ہے جو سند کے لحاظ سے اس سے قوی ہے۔

راقم کا خیال

طیلسان اور سبجان کے معانی میں یہ واضح ہو چکا ہے کہ سبز چادر کو بھی کہا گیا سیاہ رنگ کی چادر کو بھی کہا گیا اور تار کول لگے ہوئے دھاگہ سے تیار چادر کو بھی کہا گیا ہے بلکہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ طیلانیں استعمال کرنے والوں کو یہود و خیبر سے تشبیہ دی اس کے متعلق مظاہر حق میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک وقت شعار یہود سے ہو اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کا انکار کرنا اس سبب سے ہو یا یہ کہ راقم کا اس پر موقف یہ ہے کہ دجال کے متبعین کی چادروں کے رنگ ایسے ہوں گے جو سبز، سیاہ اور زرد کی آمیزش سے خاکستری زردی مائل رنگ ہوتا ہے۔

یہ قول سب اقوال کا جامع ہے اس طرح مترجمین شارحین نے جو مختلف رنگ تحریر کئے ہیں ان میں کوئی اختلاف اور کوئی تعارض نہیں بلکہ وہ ایسا رنگ ہوگا جو سب رنگوں کا مجموعہ ہوگا اگر نہ سمجھ آئے تو دو پٹے رنگنے والوں سے جا کر پوچھ لیں اور دیکھ لیں کہ ان تینوں رنگوں کے مجموعہ سے کون سا رنگ بنتا ہے۔

حرف آخر

دجال کی تابعداری کرنے والی دو حدیثیں ہیں ایک حدیث مطلق ہے اور ایک حدیث میں یہ ذکر ہے کہ وہ اصفہان کے یہود ہوں گے۔ جس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ دجال کی تابعداری کرنے والے اصفہان کے یہود ہوں گے وہ سند کے لحاظ پر قوی ہے جبکہ دوسری کے ہارون کے متروک ہونے کے سبب ضعیف کا قول کیا گیا ہے۔ لہذا دوسری حدیث سے بھی مراد یہود ہی ہیں تمام شارحین کا اس پر اتفاق ہے کہ دونوں حدیثوں کا مطلب ایک ہی ہے۔

ایک حدیث میں ”طیلانہ“ آیا ہوا ہے اور ایک میں ”سبجان“ ان دونوں لفظوں کا ایک ہی معنی مراد ہے ”طیلسان“ کا حقیقی معنی گول چادر شال ہے اور مجازی معنی مربع چادر ہے۔ ”طیلسان“ کا معنی ٹوپی نہیں بلکہ طیلسان سے بنی ہوئی ٹوپی رسول اللہ ﷺ نے جنگ میں استعمال کی۔ ”طیلسان“ یا ”ساج“ جس کی جمع سبجان ہے پگڑی معنی نہیں ہاں بعض اوقات انسان چادر کو گرمی وغیرہ سے بچاؤ کے لئے سر پر رکھ لیتا ہے اس طرح سر پر استعمال کہیں مل سکتا ہے۔

سبز رنگ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام نے پسند فرمایا ہے اور سبز دھاریدار کو استعمال فرمایا ہے سبز رنگ کا لبات جنتیوں کا ہوگا سبز رنگ کی چادریں علماء و مشائخ نے استعمال کی ہیں۔ طیلسان کے تین رنگ اہل لغت نے بیان کئے ہیں سبز، سیاہ،

حدیث کا غلط معنی جان بوجھ کر کرنا جرم عظیم ہے، کذب بیانی ہے، اپنے آپ کو گنہگار کرنا لازم آتا ہے، حدیث پاک کا واضح مفہوم وہی ہے جو دونوں حدیثوں کا مجموعی مفہوم ہے، طیلسان کا رنگ وہی صحیح ہوگا جو تینوں رنگوں کا مجموعہ ہے۔

اب حدیث پاک کا سیدھا مفہوم یہ ہے کہ دجال کی تابعداری کرنے والے اصفہان کے ستر ہزار یہودی ہوں گے ان کے اوپر خاکستری زرد رنگ کی شالیں ہوں گی۔

خدا رکسی کی مخالفت میں قرآن پاک اور حدیث پاک کا مفہوم نہ بدلیں یہ طریقہ یہود و نصاریٰ کا ہے۔ اسلام کی بغاوت کرنے والے اسلام کی تعلیمات کا مزاح اڑانے والے قرآن و حدیث کو اپنے مطلب کے مطابق کرنے والے یہود و نصاریٰ کے آلہ کار کافی مقدار میں پاکستان میں موجود ہیں۔

علماء کا یہ کام نہیں کہ وہ انداز تبلیغ ایسا اختیار کریں جسے دیکھ کر لوگ اسلام اور علماء سے دور بھاگیں۔

(وما علینا الا البلاغ)

عمامہ (پگڑی) سنتِ مصطفیٰ ﷺ ہے

السنة الزوائد تاركها لا يستوجب اساعة كسير النبی فی لباسه وقعوده وقيامه فان هؤلاء كلهم لا تصر منه على وجه العبادة وقصد القربة بل على سبيل العادة فانه كان يلبس جبة حمراء و خضراء وبيضاء طويل الكمين وربما يلبس عمامة سوداء وحمراء وكان مقدارها سبعة اذرع او اثني عشر ذراعا او اقل او اكثر وكان يقعد محتباً تارة ورمربعا للعدر وعلى هيئة التشهد اكثر فهذا كلهم من سنن الزوائد يثاب المرء على فعلها ولا يعاقب على تركها وهو في معنى المستحب الا ان المستحب ما احبه العلماء وهذا ما اعتاد به النبي ﷺ. (نور الانوار ص ۱۶۷)

الا ان المستحب الخ في الدر المختار ويسمى مندوبا وادبا وفضيلة وهو فعله عليه الصلوة والسلام مرة وتركه اخرى وما احبه السلف. (قمر الاقمار)

سنت غیر مؤکدہ کے تارک کو گناہ کا مرتکب نہیں کہا جاسکتا جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی عادت شریفہ لباس، بیٹھنے اور کھڑے ہونے میں تھی یہ تمام کام نبی کریم ﷺ سے بطور عبادت صادر نہیں ہوئے تھے بلکہ بطور عادت صادر ہوئے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے جب لمبی آستینوں والا سرخ (دھاریدار) اور سبز (دھاریدار) بھی استعمال فرمایا اور سفید رنگ کا بھی استعمال فرمایا۔

آپ ﷺ نے عمامہ سیاہ رنگ کا اور سرخ (دھاریدار) بھی استعمال فرمایا اس کا لمبائی ساتھ ہاتھ بھی ثابت ہے اور بارہ ہاتھ بھی، قلیل مقدار اور کثیر مقدار بھی ثابت ہے۔

نبی کریم ﷺ سے احتباء کے طور پر بیٹھنا بھی ثابت ہے یعنی سرین کو زمین پر رکھنا اور پنڈلیوں کو کھڑا کرنا اور ان پر کپڑے کا گھیرا گانا ”احتباء“ کہلاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ سے چوکیڑی مار کر بیٹھنا بھی ثابت ہے اگرچہ صاحب نور الانوار نے وجہ عذر چوکیڑی مار کر بیٹھنے کا ذکر کیا ہے لیکن فقہ کی دیگر کتب شامی وغیرہ میں مطلقاً ثابت کیا گیا ہے عذر کی کوئی قید نہیں نبی کریم ﷺ سے تشہد کے حال کی طرح بیٹھنا بھی ثابت ہے۔

یہ تمام کام سنت غیر مؤکدہ ہیں جن کے کرنے پر ثواب اور چھوڑنے پر کوئی گناہ نہیں۔ مستحب کا بھی یہی حکم ہے سنت غیر مؤکدہ اور مستحب میں یہ فرق ہے کہ سنت غیر مؤکدہ وہ ہے جو نبی کریم ﷺ کی عادت شریفہ تھی (یا آپ نے عبادت کے طور پر کوئی کام چند مرتبہ کیا ہو اور زیادہ مرتبہ چھوڑا ہو) لیکن مستحب وہ ہے جسے علمائے کرام نے پسند کیا ہو۔ درمختار میں ہے کہ مستحب، مندوب، ادب، فضیلت عام ہے۔ سنت غیر مؤکدہ پر بھی اطلاق ہو سکتا ہے اور سلف صالحین نے جسے پسند کیا ہو اسے بھی مستحب کہا جاسکتا ہے لیکن اسے سنت غیر مؤکدہ نہیں کہا جاسکتا۔

”عمامہ“ کی عظمت

روى القضاعى والديلمى فى مسند الفردوس عن على كرم الله وجهه مرفوعا العمامم تيجان العرب۔ (مرقاۃ ج ۸ ص ۲۵۰) پگڑیاں عرب کے تاج ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے پگڑیاں عرب کا تاج ہیں جب وہ پگڑیاں اپنے سروں پر رکھتے ہیں وہ اپنے سروں پر عزت کے تاج سجالیتے ہیں۔

وروى الديلمى عن ابن عباس العمامم تيجان العرب فاذا وضعوا عزهم۔

نبی کریم ﷺ کے عمامہ کی لمبائی

جیسا کہ پہلے نور الانوار سے بیان کیا گیا ہے وہی علامہ نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بھی بیان فرمایا:

نبی کریم ﷺ کی پگڑی مبارک چھوٹی بھی ہوتی تھی اور لمبی بھی، چھوٹی سات ہاتھ اور لمبی بارہ ہاتھ ہوتی تھی۔

انه كان له ﷺ عمامة قصيرة وعمامة طويلة وان القصيرة كانت سبعة اذرع والطويلة اثني عشر ذراعا۔ (مرقاۃ ج ۸ ص ۲۵۰)

یاد رہے کہ ایک ذراع (ہاتھ) چوبیس انگلیوں کی تعداد کے برابر ہے جو موجودہ پیمانوں کے لحاظ سے تقریباً ڈیڑھ فٹ بنتا ہے اس طرح سات ہاتھ والی پگڑی ساڑھے تین گز جبکہ بارہ ہاتھ لمبی مقدار چھ گز بنے گی اور میٹروں میں بالترتیب سوا تین اور ساڑھے پانچ میٹر تقریباً ہوگی۔

تاہم اسی بحث میں علامہ علی قاری رحمۃ اللہ نے بیان فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے زیادہ طور پر اعتدال کو مد نظر رکھا۔ بہت چھوٹی پگڑی سر کو دھوپ وغیرہ سے نہیں بچا سکتی اور زیادہ لمبی تکلیف دہ ہے اس لئے سات ہاتھ لمبائی پر زیادہ اعتبار کیا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے عمامہ کا ایک شملہ

عن ابن عمر قال كان رسول الله ﷺ اذا اعتم سدل عمامته بين كتفيه. "تواہ الترمذی وقال هذا حدیث غریب" (مشکوٰۃ کتاب اللباس) سدل ای ارسل وارخی عمامته ای طرفھا الذی یسمی العلامة والعذبة. (مرقاۃ ج ۸ ص ۲۴۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ جب عمامہ باندھتے تھے تو اس کی طرف (کنارے) کو دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا دیتے تھے یعنی آپ کے عمامہ کا ایک شملہ ہوتا تھا اور وہ دونوں کندھوں کے درمیان ہوتا تھا۔

ابن عبدالسلام کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے پوچھا نبی کریم ﷺ کس طرح عمامہ باندھتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا:

کہ نبی کریم ﷺ اپنے سر مبارک پر عمامہ کو گول طور پر لپیٹتے تھے اور پیچھے سے اسے بٹھا دیتے تھے اور شملہ اپنے دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑ دیتے تھے۔

یدیر کور المعامة علی رأسه ویفرشھا
من ورائه ویرخی له ذواية بین
کتفیه. (الوفاء لابن جوزی، مرقاۃ ج ۸
ص ۲۴۹)

نبی کریم ﷺ کے عمامہ کے دو شملے

ایک روایت میں یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک شملہ آگے لٹکاتے تھے اور ایک پیچھے۔

عبدالرحمن ابن عوف ؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھے پگڑی باندھی اور اس کا ایک شملہ آگے رکھا اور ایک پیچھے رکھا۔

بیان کردہ حدیث کی شرح میں ہی ابن ملک رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ آپ نے میری پگڑی کی دو طرفیں لٹکائیں ایک میرے سینہ پر اور دوسری طرف میرے پیچھے۔

فی رواية ارسله بین یدیه ومن خلفه.

عن عبد الرحمن بن عوف قال
عممني رسول الله ﷺ فسدلھا بین
یدی ومن خلفی. "رواہ ابو دواؤد"
(مشکوٰۃ کتاب اللباس)

قال ابن الملك ای ارسل لعمامتی
طرفین احدهما علی صدری
والآخری من خلفی.

عبدالرحمن بن عوف يقول عممى رسول الله ﷺ فسدلها بين يدى ومن خلفى. "رواه ابو داؤد"

حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے پگڑی باندھی (اس کے دو شملے رکھے) ایک میرے آگے کی طرف اٹکایا اور دوسرا میرے پیچھے کی طرف۔

عن على كرم الله وجهه انه ﷺ عممه بعمامة واسد طرفيها على منكبيه.

حضرت علی ؓ سے مروی ہے بیشک انہیں رسول اللہ ﷺ نے پگڑی باندھی (اور اس کے دو شملے رکھے) ایک شملہ ایک کندھے پر اور دوسرا دوسرے کندھے پر۔ (مرقاۃ ج ۸ ص ۱۴۹)

بغیر شملہ کے عمامہ

وقد ثبت فى السير بروايات صحيحة ان النبى ﷺ كان يرخى علامته احيانا بين كتفيه و احيانا يلبس العمامة من غير علامة فعلم ان الاتيان بكل واحد من تلك المور سنة. (مرقاۃ ج ۸ ص ۱۵۰)

سیر کی بحث میں روایات صحیحہ سے ثابت ہے بیشک نبی کریم ﷺ کبھی اپنے کندھوں کے درمیان شملہ رکھتے تھے اور کبھی بغیر شملہ کے ہی پگڑی باندھتے تھے معلوم ہوا کہ تینوں صورتیں سنت ہیں خواہ ایک شملہ رکھے یا دو شملے رکھے یا ایک شملہ بھی نہ رکھے۔

بعض حضرات نے بغیر شملہ کے مکروہ کہا ہے لیکن اگر شملہ سنتِ مؤکدہ ثابت ہو تو پھر کراہیت کی بات ہے اگر سنتِ مؤکدہ نہ ثابت ہو سکتے تو خلافِ اولیٰ ہے۔ (مدارج) لیکن علامہ قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک بغیر شملہ کے بھی سنت داخل ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

شملہ کی لمبائی

علماء فرماتے ہیں کہ کم سے کم شملہ چار انگلی ہے اور زیادہ سے زیادہ نصف کمر تک اس سے زیادہ اسبال میں داخل ہے جو مکروہ ہے۔ (مدارج النبوة ج اول بحث عمامہ نبوی)

شملہ کی ایک اور صورت

شملہ میں تحنیک بھی ثابت ہے تحنیک یہ ہے کہ شملہ کو بائیں جانب سے تالواور ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر وٹنی جانت عمامہ میں اٹکا لینا۔ (مدارج النبوة بحث عمامہ نبوی)

فائدہ عظیمہ

حضرت علامہ مولانا محمد شفیع اودکاڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جناب فقیہ اعظم استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا نور اللہ بصیر

پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے مندرجہ ذیل سوالات کے متعلق فتویٰ طلب کیا آپ نے اس کا بہت مفصل جواب تحریر فرمایا جو تقریباً آٹھ صفحات پر مشتمل ہے اس کو میں مختصر اور آسان لفظوں میں بطور خلاصہ پیش کر رہا ہوں۔

سوال نمبر ۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے؟

سوال نمبر ۲: اور کیا نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا فعلاً یا قولاً ثابت ہے؟

سوال نمبر ۳: کسی حدیث شریف میں آیا ہے کہ فقط ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے سے ایک نماز کا اور ٹوپی بمع عمامہ باندھ کر ادا کرنے سے ستر ہزار گنا زاد ثواب ملتا ہے؟ نیز کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

جوابات کا خلاصہ

قرآن کریم و حدیث پاک اور فقہ حنفی سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اہل اسلام کی ٹوپی (مثلاً قادری ٹوپی) پہن کر نماز پڑھنا ہرگز ہرگز مکروہ نہیں بلکہ نسبتاً پسندیدہ و مستحسن ہے قرآن کریم میں ہے کہ:

يٰۤاَيُّهَا اٰدَمُ خُذْ زِينَتَكَ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

ان المراد من الزينة الشيا ب الموارى للعبورة والمراد من المسجد هو الصلوة. (تفسيرات احمدية ص ۲۷۳ الاکلیل ج ۴ ص ۱۱۰)

واضح ہوا کہ نماز میں ایسی زیبائش ہونی چاہئے جو شرعاً جائز ہے اس سے پتہ چلا کہ قمیص، عمامہ وغیرہ مستحب ہیں اور خصوصاً ننگے سر نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔

تکروه الصلوة..... مکشوف الرأس..... لان فيه ترك اخذ الزينة المأمور بها مطلقا. (از منية غنية صغیری)

فقہاء کرام نے صراحتاً ٹوپی کا ذکر کیا ہے صاحب درمختار فرماتے ہیں:

ان رفع العمامة او القلنسوة بعمل قليل اذا سقطت افضل من الصلوة مع كشف الرأس. (درمختار)

بیشک عمل قلیل سے سر سے گرنے والی پگڑی یا ٹوپی کو اٹھانا اور سر پر رکھنا افضل ہے بہ نسبت ننگے سر کے۔

كان عليه السلام يأمر بستر الرأس بالعمامة او القلنسوة وينهى عن كشف الرأس فى الصلوة. (كشف الغمہ للشعرانی ج ۱ ص ۸۷)

كان يلبس عليه السلام القلانس تحت العمامم وبغير العمامم ويلبس العمامم بغير القلانس. (كنز العمال ج ۴ ص ۲۴ جامع الصغير ج ۲ ص ۳۳۷ وهكذا فى السيرة الحلبية ج ۲ ص ۴۶۲ المدحل لابن الحاج زاد المعاد سفر السعادة شرح سفر السعادة)

روى ان النبى عليه السلام كان له قلانس يلبسها وقد صح ذلك اقول الظاهر ان المراد لبسها بغير عمامم. (تكملة البحر ج ۸ ص ۲۸۴ وهكذا فى الهندية المستحب ان يصلى ارجل فى ثلاثة اثواب قميص و ازار وعمامة. (عالمگیری ج ۱ ص ۳۱)

اعتراض

ترمذی اور ابوداؤد میں حدیث مذکور ہے کہ:

ان فرق ما بیننا وبين المشرکین العمامم علی القلانس.

بیشک ہمارے اور مشرکوں کے درمیان فرق پگڑیوں کو ٹوپوں پر باندھنے سے ہوتا ہے۔

اس حدیث سے تو واضح ہوا کہ ٹوپي پہننا طریقہ مشرکین ہے اور پگڑی اور ٹوپي دونوں کا استعمال یا صرف پگڑی کا استعمال جس طرح بعض روایات میں ہے وہی مسنون ہے۔

علامہ قاری رحمہ اللہ نے صرف ٹوپي کی علامت کفارہ ہی قرار دیا ہے جیسا کہ (مرقاۃ ج ۸ ص ۱۵۰) میں ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرماتے تھے کہ نماز میں سر کو پگڑی یا ٹوپي سے ڈھانپ کر رکھا جائے اور ننگے سر نماز ادا کرنے سے آپ منع فرماتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پگڑی کے نیچے ٹوپي اور ٹوپي بغیر پگڑی کے اور پگڑی بغیر ٹوپي کے استعمال فرمائی۔

بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپياں تھیں جن کو آپ پہنا کرتے تھے یہ بات پایہ صحت تک پہنچی ہوئی ہے اور مراد بھی اس سے ٹوپي کا استعمال بغیر پگڑی کے ہے۔

مستحب یہ ہے کہ مرد نماز کو تین کپڑوں میں ادا کرے قمیص، چادر اور پگڑی میں۔

جواب

یہ حدیث ضعیف ہے اس سے علامت کفر ثابت کرنا ممکن نہیں، ترمذی نے خود ہی بیان کیا ہے:

واسندہ لیس بالقائم ولا نعرف ابا الحسن
العسقلانی ولا ابن ركانة.
اس حدیث میں ابوالحسن عسقلانی اور ابن رکانہ راوی
دونوں ہی مجہول ہیں لہذا یہ حدیث ضعیف ہے علامہ
قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی سختی بے جا اور بلا دلیل ہے۔

حدیث کے متعلق استفتاء کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث کے متعلق سوال نمبر ۳ پوچھا گیا ہے وہ تو کہیں نہیں مل سکی البتہ یہ
ملیں:

رکعتان بعمامة خیر من سبعین رکعة
بلاعمامة. (کنز العمال ج ۸ ص ۱۹)
الصلوة تطوع او فريضة بعمامة تعدل
خمسا و عشرين صلوة بلاعمامة و جمعة
بعمامة تعدل سبعین جمعة بلاعمامة.
(کنز العمال ج ۸ ص ۱۹)
عمامہ کے ساتھ دو رکعت ادا کرنا بغیر عمامہ کے ستر
رکعت ادا کرنے سے افضل ہے۔
نفل نماز ہو یا فرض ہو بغیر پگڑی کے پچیس رکعت ادا
کرنا اور پگڑی سے ایک رکعت ادا کرنا برابر ہے اور
جمعہ کی ستر نمازیں بغیر پگڑی کے ادا کرنا اور پگڑی
سے ادا کرنا برابر ہے۔

خلاصہ کلام

صرف وہ ٹوپی پہننا جائز ہے جو کفار کا شعار ہو اس کے بغیر ہر قسم کی ٹوپی پہننا جائز ہے۔ پگڑی بغیر ٹوپی کے، پگڑی بمع
ٹوپی کے اور ٹوپی بغیر پگڑی کے سب صورتیں جائز ہیں البتہ عمامہ کا استعمال افضل ہے سنت غیر مؤکدہ ہے باعث ثواب
ہے اس کا تارک گنہگار نہیں۔

لمحات فکر

مستحب پر جبری عمل کرانا کیا باعث ثواب ہے؟

دل بدلے جائیں تاکہ لوگ محبت سے عمامہ کا استعمال کریں جبر سے راقم کو ثواب نظر نہیں آتا۔ ترک فرائض پر پہلے عمل
کرانا ضروری ہے۔ تارکین صلوٰۃ کی طرف پہلے نظر رکھی جائے۔ ترک واجبات پر دوسری نظر کی ضرورت ہے اس لئے
جماعت سے نماز ادا نہ کرنے والوں کو تنبیہ کرنا بھی ضروری ہے۔
ترک سنت مؤکدہ پر تیسری نظر ہو۔ جو لوگ سنت کے مطابق داڑھیاں نہیں رکھتے ان سے سنت مؤکدہ کی تکمیل کرائی
جائے۔

مستحبات کی طرف چھوٹے درجہ میں توجہ کی ضرورت ہے اب عمامہ باندھنے کی ترغیب دینا یا حکم دینا بھی مستحسن امر ہے۔
صرف یہ نہ ہو کہ نماز کوئی پڑھے یا نہ پڑھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی پابندی کرے یا نہ کرے داڑھی سنت کے
مطابق رکھے یا نہ رکھے البتہ عمامہ سر پر سجائے رکھے۔

راقم کو یہ طریقہ بھی کہیں سے نہیں سمجھ آیا راقم کا وہی خیال ہے جو ابھی چند سطروں میں بیان کر دیا گیا پہلے فرائض پھر واجبات پھر سنت مؤکدہ پھر سنت غیر مؤکدہ پھر مستحب پر عمل کرایا جائے۔ مستحبات کی ترک پر جب رب تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے مواخذہ نہیں تو سختی مناسب نہیں۔

سنت کو زندہ کرنا جب لوگ اس پر عمل نہ کر رہے ہوں تو یہ بھی عظیم ثواب ہے۔

آئیے دل سے محبت سے عمامہ باندھنے کی سنت جاری کریں رنگ کوئی بھی ہو جائز ہے۔

سبز عمامہ والے **دعوتِ اسلامی** کے ارکان کے دلوں پر کوئی حکومت کر رہا ہے ان کے دل سنت مصطفوی ﷺ پر عمل کرنے کی محبت کرتے ہیں۔ کاش کہ ہمارے جیسے ناکارہ لوگوں کے دلوں پر بھی کوئی حکمرانی کرے پھر جو عمل کریں اس میں خلوص ہوگا۔ دلوں پر حکومت کرنے اور جبری عمل کرانے میں زمیں و آسمان کا فرق ہے۔

دعوتِ اسلامی کے ارکان کو اور ان کے امیر حضرت مولانا محمد الیاس قادری مدظلہ العالی کو راقم دل کی گہرائیوں سے سلام سنت، سلام عقیدت و سلام محبت پیش کرتا ہے۔

اللہ عز و جل ان کی مساعی میں مزید برکتیں عطا فرمائے اور **فیضانِ سنت** (عشق و محبت مصطفیٰ ﷺ) کو مزید عام کرنے کی توفیق خیر رفیق فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

عبدالرزاق چشتی بھترالوی

دارالافتاء جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

19 اکتوبر 2000ء